بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصریحات

سات اور سترہ دسمبر گزر چکا۔ انتخابات ہو چکے اور ان کے نتائج سامنے آچکے ہیں۔ ان انتخابات میں اسلامی نظام کے حامیوں اور علمبرداروں کو جس عبرتناک شکست سے دوچار ہونا پڑا وہ کم از کم ہمارے لیے تو غیر متوقع نہیں کہ ہم ان "حامیانِ اسلام" جن میں خود ہم بھی شامل ہیں، کے باہمی مناقشوں اور منافسوں کی بنا پر پہلے ہی اس کی دہائی دے چکے تھے۔ لیکن افسوس کہ نقارخانہ سیاست میں کسی نے ہماری اور دیگر مخلصین کی بات پر توجہ دینے کی زحمت گوارا نہ کی۔

ہم نے "ترجمان الحدیث" کے ان صفحات میں بارہا اس خطرے کی نشان دہی کی تھی جو آج ایک حقیقت بن کر سامنے آچکا ہے۔ چنانچہ ہم نے مارچ ۱۹۷۰ء کے شمارہ میں واشگاف الفاظ میں لکھا کہ:۔

"پاکستان میں اس وقت نظریات کی جنگ تیز تر ہو چکی ہے ہر چہار طرف سے لوگ اپنے اپنے افکار و خیالات کو لے کر میدان میں آچکے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انتخابات تک یہ لڑائی اسی زور و شور سے نہ صرف جاری رہے گی بلکہ اس میں اور تیزی اور شدت بھی آجائے گی اور پھر جو طبقہ بھی کامیاب ہو گیا اس کے اگلے چند برس بڑے اطمینان اور سکون سے گزریں گے۔

اس وقت یہ جنگ دو دھڑوں میں لڑی جا رہی ہے۔ ایک گروہ ان مختلف الخیال فقہی مدارس اور مکاتیبِ فکر سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا ہے جو اس ملک کے بنیادی نظریے اسلام پر کامل و مکمل یقین رکھتے ہوئے اسے اپنی تمام امراض کا علاج اور اپنے تمام دکھوں کا مداوا سمجھتے ہیں اور اقتصادی، سیاسی اور عمرانی مسائل میں صرف اسی سے راہنمائی و راہبری طلب کرتے ہیں اور کرنا چاہتے ہیں، اور دوسرا گروہ ان لوگوں پر مشتمل ہے جو مختلف نظریات اور متضاد افکار رکھتے ہوئے اس ایک بات پر متفق ہیں کہ اسلام سے ان کے مفادات پر چوٹ پڑتی ہے اور اس کی موجودگی میں وہ اپنی خواہشات اور مرضیات کو پورا نہیں کر سکتے چنانچہ یہ لوگ فکر میں مشرق و مغرب کی دوری کے باوصف اس ملک سے اسلام کو دیس نکالا دینے

کے لیے پوری قوت سے میدان میں نکل آئے ہیں۔ کبھی تو وہ اسلام کو صرف مسجد کا مذہب قرار دے کر اپنی ساختہ حدود میں مقید کرنے کے نعرے بلند کرتے ہیں اور کبھی سوشلزم کا نام لے کر ملک کے اقتصادی مسائل کا حل کارل مارکس اور لینن کے فلسفہ میں محصور کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اور کسی طرف سے سیاست میں اسلام کا نام لینے ہی کو جرم قرار دیے جانے کے مطالبے کیے جاتے ہیں۔

اس آویزش میں ہمیں جو بات کہنی ہے وہ یہ ہے کہ کیا ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ اسلامی قوتیں اور جماعتیں غیر اسلامی جماعتوں کے اس اتحاد اور ایک مقصد کی خاطر اتفاق کو پیش نگاہ رکھتے ہوئے اپنی صفوں میں بھی اتحاد و اتفاق کرنے کے لیے کوئی عملی اور ٹھوس قدم اٹھائیں، ورنہ اس ملک کے سرمایہ داروں اور اشتراکی کوچہ گردوں کی معمولی سی اقلیت اپنے سرمایہ اور بے راہرو آزاد افکار کی بدولت اسلام دوستوں کی عظیم اکثریت کو مفلوج اور بے بس بنا کر رکھ دے گی اور پھر کفِ افسوس ملنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔[1]

اور ــــ پھر جولائی کے پرچہ میں تو اس سے بھی زیادہ کھلے الفاظ میں لکھا تھا کہ:

"اکتوبر میں ہونے والے الیکشن (تب انتخابات کی یہی تاریخ تھی) کے نتائج اسلامی نظام پر یقین رکھنے والے محب وطن لوگوں کے لیے انتہائی پریشان کن ہوں گے۔

یہ ہے وہ حقیقت ــــ جس کا اعتراف اور اظہار کرنے میں ہم بڑی ہچکچاہٹ محسوس کرتے ہیں۔ لیکن جس سے آنکھیں دوچار کیے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ اس لیے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان میں ایسی قوتیں باوجود پہلے سے کمزور پڑ جانے کے خاصا زور رکھتی ہیں جن کا مقصد و مطلب اس ملک سے اسلام کو دیس نکالا دینے کے سوا اور کچھ نہیں۔

مشرقی پاکستان میں شیخ مجیب الرحمن جتنی قوت رکھتے ہیں اور جو کچھ ان کے نظریات ہیں اس سے پڑھا لکھا طبقہ بے خبر نہیں۔ ان کے بعد بھاشانی پروفیسر مظفر اور شیخ عطاء الرحمن جو گل کھلا رہے ہیں اور کھلانا چاہتے ہیں اور اس کے لیے جتنی طاقت رکھتے ہیں اس سے بھی کوئی ناآشنا نہیں۔ مغربی پاکستان میں ذوالفقار علی بھٹو، ولی خان، جی ایم سید اور ان کے حوالی وموالی ایک طرف ہیں، اور تینوں مسلم لیگوں کے کنونشنسٹ، انارکسٹ اور اپرچونسٹ

---

[1] ترجمان الحدیث شمارہ نمبر ۹ جلد ۱ بابت مارچ ۱۹۷۰ء

دوسری طرف ان سب کے عزائم اور وزن سے بھی کسی کو لاعلم نہیں ہونا چاہیے اور ہمیں اس بات کے کہنے میں کوئی باک نہیں کہ یہ تمام کے تمام لوگ انفرادی طور پر نہ سہی اجتماعی طور پر اسلامی ضابطۂ حیات کو پسند نہیں کرتے کیونکہ ان کی اپنی زندگیاں سراسر اس کے خلاف ہیں اور اسلامی قوانین کے ہوتے ہوئے یہ اپنی ان سرگرمیوں کو جاری نہیں رکھ سکتے جو ان کی زندگیوں کا ایک حصہ بن چکی ہیں۔

ان سب قوتوں کے مقابلہ میں رہ جاتی ہیں۔ چند سیاسی و دینی جماعتیں جو خزاں رسیدہ چمن کے پتوں کی طرح ہوا میں اِس طرف اور اُس طرف بکھری پڑی ہیں اور جن میں ابھی تک یہ احساس پیدا نہیں ہوا کہ ان کے اس طرح بکھرے رہنے سے اسلام پاکستان اور خود انہیں کس قدر نقصان پہنچے گا۔

ہمیں اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ پاکستان کے باسی بڑے پکے مسلمان ہیں اور اسلام کے لیے بڑی سے بڑی قربانی دینے کا اپنے اندر حوصلہ وعزم رکھتے ہیں لیکن یہ بات بھی بلا ریب کہی جا سکتی ہے کہ بائیس برس کے عرصہ میں انہیں قیادت بڑی حد تک ان لوگوں کی میسر آئی ہے جو اسلام کو اپنے لیے ابرِ رحمت نہیں بلکہ باعثِ زحمت تصور کرتے ہیں اور جنہوں نے اپنی پوری صلاحیتیں اس قوم کو دین سے دور کرنے اور ان پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے میں صرف کی ہیں۔

ایسے عالم میں ضرورت اس امر کی تھی کہ تمام اسلامی و دینی جماعتیں ایک تحریک کی صورت میں قوم کو سیدھی راہ دکھلائیں اور انہیں اس دھوکہ وفریب سے آگاہ کریں جو مسلسل بائیس برس سے انہیں دیا جا رہا ہے۔

لیکن وائے افسوس کہ ذاتی وجاہتیں، شخصی اختلافات اور اپنے بارہ میں خوش فہمیاں بلکہ غلط فہمیاں اس تحریک کی راہ میں رکاوٹ بنی رہیں اور ہنوز رکاوٹ بنی ہوئی ہیں اور ہم خدا کو شاہد بنا کے کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ان تمام مختلف دینی و اسلامی جماعتوں کا ضیاع اور نقصان ہمارا اپنا نقصان و ضیاع ہے۔ اس لیے کہ کسی ایک جماعت کی کمزوری اس مقصد کی کمزوری ہوگی جس کے حصول کے لیے ہم تگ و دو کر رہے ہیں

اور اس کا نتیجہ اتنا ہولناک ہوگا کہ اس کے تصور ہی سے ہم پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ اگر یہ لوگ اس انتخاب میں بھی کامیاب ہو گئے تو یہ آئندہ چند سالوں میں اور زیادہ تیزی کے ساتھ اسلام کو مسخ کرنے اور پاکستانی مسلمانوں کو دین سے بیگانہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس لیے کہ مستقبل میں اگر ان کے اقتدار کو کسی طرف سے خطرہ لاحق ہو سکتا ہے تو اسلام ہی سے ہو سکتا ہے اور کسی سے نہیں۔ باقی سب نظاموں سے مصالحت کر لینا یا ان کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال لینا ان کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں جب کہ ان سے ان کے اقتدار اور ان کے طرزِ زندگی پر کوئی چوٹ نہیں پڑتی۔

اس سلسلہ میں پچھلے دنوں چند اسلامی جماعتوں کے مذاکرات کی نیو رکھی گئی تھی۔ ابتدا میں غیر رسمی بات چیت ہوتی رہی پھر کراچی اور بعد میں لاہور گفتگو ہوئی ــــ لیکن اتحاد و اتفاق کی ضرورت محسوس کرنے اور اس کی اہمیت کو ماننے کے باوجود کوئی فیصلہ کن اور نتیجہ خیز بات نہ ہو سکی اور آئندہ چند روز تک کے لیے مذاکرات ملتوی کر دیے گئے۔ خدا کرے کہ آئندہ یہ گفتگو کامیاب رہے اور اس کے نتیجہ میں کسی متحدہ محاذ کی عملی صورت نکل آئے دگر نہ مورخ یہ لکھنے پر مجبور ہوگا کہ پاکستان میں جب اسلام کے بقا کی جنگ لڑی جا رہی تھی۔ اس وقت اسلام کے علمبردار معمولی معمولی باتوں پر ایک دوسرے سے ملنے اور ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا ملانے اور پشت پناہی کرنے پر آمادہ و تیار نہ تھے"۔ [1]

اس کے بعد جب الیکشن ملتوی ہوئے تو ستمبر کے شمارہ میں ہم نے پھر یہی رونا رویا کہ :۔

" الیکشن کمیشن نے اعلان کیا ہے کہ مشرقی پاکستان میں سیلاب کی تباہ کاریوں کے سبب انتخابات دسمبر تک ملتوی کر دیے گئے ہیں۔ اس طرح سیاسی پارٹیوں کو دو ماہ کا اور موقع مل گیا ہے، کہ وہ عوام کے سامنے اپنے اپنے پروگرام اور

---

[1] ترجمان الحدیث شمارہ نمبر ۱۲ جلد ۱ - جولائی ۱۹۷۰ء

نظریات کو زیادہ واضح طور پر پیش کر سکیں اور رائے عامہ کو اپنے اپنے حق میں ہموار کر سکیں۔

ملک کی دینی رجحان اور اسلامی نظریات رکھنے والی جماعتوں کے لیے یہ بڑا سنہری موقع ہے کہ وہ نعرہ باز لیڈروں اور جذبات سے کھیلنے والی پارٹیوں کی اصلیت لوگوں کے سامنے بے نقاب کر سکیں اور انہیں آگاہ کر سکیں کہ ان کا اور ملک کا مفاد کس منشور اور نظام میں مضمر ہے۔ اس سلسلہ میں انہیں یہ فرصت بھی حاصل ہو گئی کہ وہ جلد از جلد کچھ مشترکہ اقدار پر متفق ہو کر بائیں بازو کے عناصر اور لادینی نظریات رکھنے والی پارٹیوں کے خلاف مضبوط محاذ قائم کر کے اس امڈے ہوئے سیلاب کے سامنے بند باندھ سکیں جو سوشلزم، کمیونزم اور غیر ملکی ملحدانہ نظاموں کی صورت میں بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اسی طرح ان گروہوں کی بیخ کنی بھی ہو سکے گی جو ایک پاکستان کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر کے اس کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

اور ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس کام کو تن تنہا کوئی جماعت بھی سرانجام نہیں دے سکتی۔ اس کا ایک اور صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ نظریہ پاکستان پر یقین رکھنے والی اور عملی طور پر اس نظریے کے نفاذ کی خواہاں اور حامی جماعتیں متحد ہو جائیں اور اسلام اور پاکستان کی خاطر اپنے تمام معمولی معمولی اور ذاتی اختلافات کو فراموش کر دیں اور اگر ایسا نہ ہو سکا تو ہمیں اس بارہ میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اس ملک کی قسمت کا ستارہ دھندلا جائے گا اور گہنا جائے گا۔"

"ہم دیکھ رہے ہیں کہ اس وقت ایک ایک حلقہ انتخاب میں مختلف دینی ذہنوں اور اسلامی نظریات رکھنے والی جماعتوں کے کئی کئی افراد قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے امیدوار بنے کھڑے ہیں اور ان کے مقابلہ میں بائیں بازو کی لادینی نظام کی حامی جماعتوں کا صرف ایک ہی امیدوار ہے۔ ظاہری بات ہے کہ اسلامی ذہن رکھنے والوں کے ووٹ آپس میں تقسیم ہو کر رہ جائیں گے۔ جب کہ غیر اسلامی نظام کے حامیوں کے ووٹ قطعی طور پر

تقسیم نہیں ہوں گے اور اس کا نتیجہ جو بھی برآمد ہو گا وہ واضح ہی ہے۔"

"اس مقصد کے حصول کی خاطر پچھلے کئی ماہ سے کچھ مخلصین نے مسلسل کوششیں کیں اور کر رہے ہیں اور دینی ذہن رکھنے والی جماعتوں کے باہمی کئی اجلاس بھی منعقد ہو چکے ہیں لیکن افسوس کہ پوری محنت اور کاوشش کے باوجود ابھی تک اس کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہو سکا۔

ہم اس پوزیشن میں تو نہیں کہ کسی ایک فرد پر جرم عائد کر دیں یا کسی ایک کو بری الذمہ ثابت کریں۔ لیکن اتنا عرض کیے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ابھی تک ہمیں اس خطرے کا احساس نہیں ہو سکا جو ہمارے چاروں طرف منڈلا رہا ہے اور جو نہ صرف ہمیں بلکہ ہماری ماضی کی قربانیوں ہمارے دین اور ہمارے ملک کو اپنی لپیٹ میں لینے کو ہے۔

اور آخر میں اپنی طرف سے ایک مثبت تجویز پیش کی تھی کہ:۔

"اس بنا پر ضرورت اس امر کی ہے کہ انتخاب اور انتخابی مہم کو ثانوی حیثیت میں رکھتے ہوئے کچھ ایسی کوشش کی جائے جس سے ملک میں لادینی نظاموں اور الحادی قوتوں کے خلاف ایسی تحریک چلائی جا سکے جس کے نتیجہ میں پوری قوم یکسو اور یک جا ہو کر اسی طرح باطل کے خلاف صف آراء ہو جائے جس طرح تحریک پاکستان کے وقت ہوئی تھی جس کے صلہ میں پاکستان دنیا کا سب سے بڑا اسلامی ملک وجود میں آیا تھا اور اگر اس قسم کی تحریک چلانے پر اور باہم یکجا ہونے پر توجہ نہ دے گئی تو ہمیں خدشہ ہے کہ انتخاب جیتنا تو بڑی بات خود ملک کا باقی رہ جانا مشکل ہو جائے گا۔ اس لیے کہ ہمارا ایمان ہے کہ اس ملک کی سلامتی اور بقا صرف اسلام کی رہینِ منت ہے۔ اگر اسلام کو اس ملک سے الگ کر دیا جائے تو یہ ملک باقی نہیں رہ سکتا۔" [1]

لیکن وا حسرتا! کہ یہ ساری گزارشات صدا بصحرا ثابت ہوئیں اگرچہ اس بات کی خوشی بھی ہے

---

[1] شمارہ نمبر ۱۶ ج ۱ ستمبر ۱۹۷۰ء

کہ ہم نے انفرادی طور اس پورے انتخابات کے زمانہ میں جو سات آٹھ ماہ تک پھیلا ہوا ہے کسی بھی لالچ کے بغیر صرف اللہ کی رضاجوئی، اسلام کی سربلندی اور ملک کے تحفظ کی خاطر غیر مشروط طور پر دن رات اپنی خدمات کو بلا استثناء ہر محب اسلام جماعت اور گروہ کے لیے وقف کیے رکھا اور اس سارے عرصہ میں کسی بھی اسلام کے لیے سرگرم عمل فرد یا جماعت کو اپنے قلم اور زبان کا نشانہ نہیں بنایا جب کہ تمہارے ہمارے بعض دوستوں نے جو اس ملک میں اپنے آپ کو اسلام کا بہت بڑا "محسن" خیال کرتے ہیں کسی محب اسلام کی عزت وآبرو کو مجروح اور تار تار کیے بغیر نہیں چھوڑا۔

اور آج بھی جب کہ ہر ایک دوسرے کو ملزم گردانتے ہوئے اسی کو اس المناک شکست کا باعث ٹھہرا رہا ہے۔ ہم بغیر کسی پر طعن کیے اتنی سی گزارش کی اجازت چاہتے ہیں کہ ہمیں بنیادی طور پر ہر اسلام دوست کے لیے اپنے اندر وسعت اور پذیرائی کے جذبات پیدا کرتے ہوئے اقتدار کے خیال کو قطعی طور پر دل سے نکال کر اس ملک میں اسلامی نظام کے قیام کی تحریک چلانی چاہیے۔ چاہے وہ نظام ہمارے ہاتھوں سے قائم ہو اور چاہے کسی دوسرے کے ہاتھوں سے۔